تلخیص و ترجمہ

عربوں کی قومی تحریک اور جنگ

(۲)

ان عرب ملکوں میں جہاں فوجی قبضہ غیر ملکیوں کا ہے، نوجوانوں کی یہ تحریکیں اپنی بہترین شکل میں تخیل پرست افراد کے چند حلقے ہیں جو حقیقت کی بجائے سایہ کے پیچھے دوڑتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ کہاں جا رہے ہیں۔ اس کے برعکس جس عرب مملکت میں اپنی فوج ہے وہاں نوجوانوں کے دماغوں میں یہ خیالات پیدا کئے جاتے ہیں کہ ان کے ملک پر بدیشیوں کی محکومی سے آزاد ہونے کے بعد یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے دوسرے بے بس غلام بھائیوں کو آزاد کرانے کی مہم میں آگے بڑھیں۔

عرب ملکوں کی چند حیثیت سے یہ بدقسمتی رہی کہ عثمانی سلطنت کے سایۂ عاطفت سے محروم ہونے کے بعد انھیں عہد حاضر کے مہتم بالشان اور پیچیدہ مسائل کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ چند ممتاز اور تجربہ کار مدبرین شاہ فیصل اور سلطان ابن سعود وغیرہ نے وقت کی نبض کو پہچانا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے ملک دونوں جنگوں کی درمیانی مدت میں برابر ترقی کرتے رہے، یہ چیز دلچسپی سے خالی نہیں کہ ان کے ملک کے اکثر لوگ اس وقت بھی آزاد ریاست کا وہ خواب دیکھ رہے ہیں جو دورانِ جنگ (۱۹۱۴-۱۸ء) میں نظر آیا تھا مصر میں بھی یہی خواب دیکھا جا رہا ہے اور وہاں بھی یہ ذہنیت سیاسی زندگی کے ایک سے زیادہ شعبوں پر کارفرما ہے!

عراق میں ان قوم پرستوں نے اپنے مشن کے لئے حالات کو زیادہ سازگار پایا، شاہ فیصل کی بیماری اور موت (۱۹۳۳ء) کے بعد یہاں سے مصلحت اندیشی کا جنازہ بھی اٹھ گیا۔ اب عراقیوں کے جذبات

کو دبائے رکھنا آسان نہ تھا، شاہ فیصل کے بعد ان کے نوعمر فرزند غازی نے نظم و نسق سنبھالا مسند نشینی سے ذرا پہلے ایک آپے سے باہر قوم نے اشوریوں (Assyrians) کا قتل عام شروع کردیا تھا، اس کی وجہ سے تین سال تک فوجی آمریت قائم رہی اور اس دوران میں ملک کے ذی ہوش ترین رہنما قتل کردیے گئے یا انھیں جلاوطن ہونا پڑا۔

اس داروگیر نے جلد ہی ڈکٹیٹر سے عام نفرت کے جذبات پیدا کردیئے، اس کی وجہ سے بظاہر ایک آئینی حکومت کا قیام بھی عمل میں آیا، مگر اب دشواری یہ پیش آئی کہ چونکہ فوج اپنے ہاتھ سے طاقت دینا نہیں چاہتی تھی اس لئے اس نے ان نعجوانوں کا سہارا لینا چاہا جن کے خیالات اور خواہشات کی تیزی فلسطین کی شورش اور شامی شکایتوں کی وجہ سے روز افزوں تھی، خوش قسمتی سے اسی دوران میں فلسطین کے اندر سکون ہوگیا اور عراق میں سلطان غازی کی موت کے بعد چند ذمہ دار مدبرین کی ایک عارضی حکومت کے قیام کا موقع مل گیا۔ ان اتفاقات نے بڑی حد تک اس آگ کو دبا دیا، یہ ۱۹۳۹ء کے موسم بہار کا ذکر ہے

اس عارضی حکومت نے تھوڑی مدت تک عراق کو راہ سے بھٹکنے نہیں دیا اور اسے خط مستقیم پر قائم رکھا، موجودہ جنگ کے چھڑنے پر عراق نے بھی جرمنی سے بین الاقوامی تعلقات قطع کرلئے تھے اور معاہدۂ عراق و برطانیہ کی غیر مشروط پابندی کا دوبارہ وعدہ کیا تھا، لیکن چند ماہ بھی نہیں ہوئے تھے کہ فضا بدلنے لگی، اکتوبر ۱۹۳۹ء میں فلسطین کے مفتی اعظم اور ان کے ساتھیوں کے لبنان سے بغداد چلے جانے کی وجہ سے پین عرب تحریک کا جذبہ بھڑک اٹھا اور جذباتی لوگوں کے لئے اعتدال پر قائم رہنا ناممکن ہوگیا۔ رشید علی گیلانی نے مارچ ۱۹۴۰ء میں وزارت پر قبضہ کرلیا تھا، اسی اثنا میں برطانیہ کے ساتھ کشیدگی بڑھ ہی رہی تھی کہ جون ۱۹۴۰ء میں عراق کے کابینہ نے اٹلی سے بین الاقوامی مراسم قطع کرلینے سے انکار کردیا اور اس حکومت کی جڑیں کھودنا شروع کردیں۔ اس کشمکش کے وقت اٹلی اور جرمنی کو پروپیگنڈے اور عراقیوں کی حوصلہ افزائیوں کی آزادی تھی، پھر بھی ان کی ریشہ دوانیوں کا کوئی نمایاں

اثر ظاہر نہ ہوا، اور عربوں کی قومی تحریک کا جذبہ اتحادِ عرب سے آگے نہ بڑھا، شورش سے چند ماہ قبل عراق کے بڑے بڑے فوجی افسروں نے علانیہ یہ نشر کرنا شروع کر دیا کہ ہماری فوج اور ہوائی طاقت کا ایک عظیم الشان مقصد ہے اور وہ شام و فلسطین کو آزاد کرانا ہے جن کو یورپ اور یہودیوں نے غلامی میں جکڑ رکھا ہے۔ نیز ہمارا عزم مصمم ہے کہ فتوحات عرب اور صلیبی لڑائیوں کے شجاعت آفریں دنوں کی یاد تازہ کریں۔

خیال ہو سکتا ہے کہ ان کے ان بلند بانگ دعووں سے عرب کے ہر ملک کے قوم پرستوں نے انگڑائی لی ہوگی اور ان انقلاب پسندوں کے ساتھ ایک عام ہمدردی کی لہر پیدا ہوگئی ہوگی۔ لیکن نہیں ایسا نہیں تھا۔ اصل میں بات یہ تھی کہ موجودہ جنگ کے آغاز سے یہ قوم پرست دست و گریباں تھے، ان کے نظریوں میں تصادم تھا، ہر فرد اپنے نظریہ کو مصلحت وقت کے مناسب خیال کرتا تھا، بعض افراد کا سچے دل سے یہ عقیدہ تھا کہ اتحادیوں کا اس وقت ساتھ دینا چاہیے، بعض اسے مصلحتِ وقت کا تقاضا خیال کرتے تھے عرب کے آزاد ملکوں کا رجحان اتحادیوں کی طرف تھا، (قطع نظر اس سے کہ سچے دل سے تھا یا وقت کے تقاضے سے)۔

اس نیم رضامندانہ کیفیت کو دور کرنے کیلئے انتہا پسند طبقہ نے یہ ترکیب کی کہ انگلستان کے خلاف بڑے زور شور سے پروپیگنڈا جرمنی اور اٹلی کی عربی نشر گاہوں سے خصوصیت کے ساتھ شروع کر دیا، خیر اس سے تو بظاہر نمایاں کامیابی نہیں ہوئی، البتہ شام و عراق کے اکثر افراد نے ان باتوں کو ضرور غور سے سنا جو اتحادِ عرب کے مرکز بغداد سے نہایت اہتمام کے ساتھ بیان کی جاتی تھی کہ عرب ملکوں کو باہم تقسیم کر لینے کے لئے برطانیہ اور یہودیوں میں سازباز ہو گیا ہے۔ اس پروپیگنڈہ کا اثر یہ ہوتا تھا کہ شام و فلسطین کے عربوں کے پرانے زخم پھر خون دینے لگتے تھے اور ان میں جوش پیدا ہو جاتا تھا۔

اس میں شبہ نہیں کہ عراق کی اس جنگ میں جان و تن کی بازی جرمنی کے مشورہ سے لگائی گئی تھی لیکن حقیقت میں اس کے اندر روح، عراق کی فوجی طاقت پر غیر معمولی گھمنڈ اور برطانیہ کے خلاف

پروپیگنڈے کے اثرات کی توقع نے پھونکی تھی، ان کے دونوں اندازے غلط تھے، اسی لئے انھیں ناکامی اٹھانی پڑی یہ صحیح ہے کہ شام اور مصر میں کچھ لوگ تھے جو اس انقلابی تحریک کی حمایت میں ہتھیار اٹھانے کیلئے آمادہ تھے لیکن نہ صرف شام اور مصر میں خاموشی تھی، بلکہ عراق کی بھی یہی کیفیت تھی۔ اور سعودی عرب اور مصر کی حکومتوں نے تو صاف طور پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر دیا تھا۔

تاہم عراق کی اس شورش نے تمام عرب کے قوم پرستوں کے جذبات میں ایک دردانگیز کشمکش پیدا کر دی ہے۔ ۲۹ مئی ۱۹۴۱ء کو جب یہ شورش فرو ہوئی تو فارن سیکرٹری نے ایک مناسب تقریر کی جو بعد میں قرطاسِ ابیض کی شکل میں شائع ہوئی۔ اس میں عراق اور عالم عربی دونوں کو مخاطب کیا، عراق سے کہا کہ "برطانیہ عظمیٰ کوئی انتقامی کارروائی نہیں کرے گا، اسے صرف اتنی خواہش ہے کہ عراق برطانیہ عظمیٰ کے ساتھ اپنے عہدنامہ پر وفاداری کے ساتھ قائم رہے اور دنیائے عرب کو خطاب کرتے ہوئے کہا "ہز میجسٹی کی گورنمنٹ تہذیبی، معاشی اور سیاسی اتحادِ عمل کی وسعت کی خاطر" رائے عامہ کی ہر اسکیم" میں تعاون کرنے پر آمادہ ہے اور اس پر پورا بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔"

عربوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا۔ اور جدید اتحادِ عمل کے لئے آمادہ ہو گئے۔ سال گذشتہ کے آخر میں جرمنی اور اٹلی نے بھی اسی قسم کے سرکاری اعلانات شائع کئے تھے لیکن عراق کے انتہا پسندوں پر بھی اُن کا کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔

۸ جون ۱۹۴۱ء کو جنرل ڈیگال نے شام کو آزاد اور خود مختار کرنے کا اعلان کیا، اسی دن لندن کے اخبارات میں اور مصر کے برطانوی سفیر کے ذریعہ یہ اعلان کیا گیا کہ ہز میجسٹی کی گورنمنٹ غیر مبہم طریقہ سے اس وعدہ میں شریک ہے:" ملک پر پورا قبضہ ہو جانے کے بعد آزاد فرانس اور برطانی حکومت کا فرض ہے کہ اپنی ان ذمہ داریوں کا احترام کرتے ہوئے ان سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کریں۔ اسوقت فوری طور سے تو شامی یہ توقع نہیں کرینگے کہ انھیں ہر بات کا اطمینان ہو جائے، ہاں ایک طویل مدت کے بعد اسکا ردِ عمل ہوگا اور سخت ہوگا

اب اس پر کافی روشنی پڑ چکی ہے کہ شام میں کسی آخری سمجھوتہ کا کرنا اتنا آسان نہیں ہے، داخلی اور خارجی دونوں قسم کے مسائل میں غیر معمولی دشواریاں حائل ہیں، انھیں حل کرنے کی صرف اسی طرح امید کی جاسکتی ہے کہ ان مسائل کو تمام پارٹیوں کے سامنے پیش کردیا جائے اور لاینحل مسائل میں نیک نیتی کے ساتھ تصفیہ کرادیا جائے، مسٹر چرچل نے اپنی ایک تقریر میں یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ شام میں فرانسیسی اغراض یورپ کے دوسرے ملکوں سے زیادہ ہیں یہ بھی کہا ہے کہ فرانسیسیوں کے دلوں میں اگر برطانیہ کی طرف سے کچھ شکوک رہ گئے ہوں تو وہ انھیں دور کردیں، اس وقت برطانیہ نے اپنی پوری کوششیں اس لئے وقف کررکھی ہیں کہ کوئی ایسا حل تلاش کیا جائے جس کی بنا پر دوسرے عرب ملکوں کے ساتھ شام کے تعلقات کو فروغ دینے میں آسانی پیدا ہوسکے، اس سلسلہ میں دیر یا سویر فلسطین کا مسئلہ بھی ضرور اٹھیگا اگر یہ بھی سلجھ گیا تو عرب کی پرسکون ترقی اور اس کے ساتھ برطانیہ عظمیٰ اور فرانس کے خوشگوار تعلقات کی طرف سے ایک مدت تک کے لئے اطمینان ہوجائیگا!

دارالسلطنت دہلی کا مشہور ادبی رسالہ

ادیب

کیا آپ نے ابتک اپنے نام جاری نہیں کرایا؟

سال بھر کے قریب نکلتے گذر گیا۔ بڑا شاندار سائز ہے ضخامت بہت کافی مہینہ بھر میں اسقدر تازہ مقالے افسانے اور نظمیں وغیرہ پیش کردیتا ہے کہ اس گرانی کاغذ کے زمانہ میں دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی ہے۔ معیار ثقہ اور بلند ہے۔ سید محمد ارتضیٰ واحدی اور فصیح الدین احمد ایم اے رسالہ ادیب کو مرتب کرتے ہیں، اور محترمہ (آنسہ) نجمہ تصدق، ایم۔اے، بی ٹی، خواتین کے مضامین کی انچارج ہیں۔

آپ کو اردو ادب سے دلچسپی ہے تو یقین کیجئے ادیب کے بغیر آپکے مطالعہ کی میز سونی ہے جب بھی ادیب آپ کی نظر سے گزرے گا آپ پچتائیں گے کہ شروع سے آپ نے اسے کیوں نہ جاری کرالیا۔ پچھلے نمبر اب نہیں مل سکتے ہر نمبر پر لوگوں کو گمان ہوتا تھا کہ کسی اچھے رسالہ کا سالانہ یا خاص نمبر ہے۔ سالانہ چندہ آٹھ روپیہ فی رسالہ ۱۰ر نمونہ بقیمت

منیجر رسالہ "ادیب" دہلی